سے بھی انکار مشکل ہے کہ متاخرینِ صوفیہ نے بہت سی لغویات وخرافات اس میں شامل کر کے اس کے نورانی چہرہ کو داغ دار کرڈالا ہے۔نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ بعض صوفیہ کے عقائد واعمال اہلِ بصیرت کے نزدیک ناقابلِ اعتنا قرار پائے اور تصوف وسلوک کی اہمیت ان کے دل سے ختم ہوگئی، حالاں کہ اگر غور سے دیکھا جائے تو تصوف دراصل دین کے باطنی امور سے واقف ہونے کا نام ہے اور اس کا مقصد عبادت اوراطاعت کے اثرات سے حاصل شدہ روشنی کی تحصیل ہے۔انسان کی سب سے بڑی کام یابی یہ ہے کہ اس کا باطن بیرونی واندرونی آلائشوں سے پاک ہو۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا شمار بلا شبہ شریعت وطریقت دونوں علوم کے ماہرین میں ہوتا ہے۔انہوں نے تصوف کی حقیقت پر بیش بہا مواد فراہم کیا ہے۔ فیوض الحرمین میں انہوں نے جگہ جگہ اصلی تصوف پر، جس کا مقصد تزکیۂ باطن ہے، روشنی ڈالی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے ایک جگہ ’تحقیق شریف: اولیاء اللہ کا الہام‘ کے عنوان کے تحت جومضمون قلم بند کیا ہے وہ اولیاء اللہ کے الہام کی حقیقت واضح کرتا ہے۔اس کے تحت انہوں نے اپنے عم محترم کا بیان نقل کیا ہے کہ انہیں اس بات کا الہام ہوا تھا کہ ان سے تکلیفِ شرعی معاف کردی گئی۔ان سے کہا گیا کہ اگر عبادت کے پیچھے جہنم کا خوف ہے تو ہم نے تمھیں نجات دی اور اگر جنت کی خواہش ہے تو ہم تمھیں جنت میں ضرور داخل کریں گے۔انہوں نے جواب دیا کہ ’’اے پروردگار! میں تیری عبادت تیری ذات کے علاوہ اورکسی چیز کے لیے نہیں کرتا۔‘‘[۱۶]

ظاہر ہے، اس الہام کی شرعی حیثیت پر گفتگو طوالت کا باعث ہوگی، قارئین اس سلسلے میں اپنے ذوق و وجدان کے مطابق خود فیصلہ فرمائیں، تاہم ان کے جواب کی معقولیت پر شبہہ نہیں کیا جاسکتا۔اس لیے کہ عبادات کا بنیادی نکتہ یقیناً اللہ کی رضا و خوش نودی ہی ہے۔

مختصر یہ کہ شاہ صاحب کی یہ قابل قدر تصنیف مطالعہ کے لائق ہے۔اس میں تصوف کے علاوہ قرآن، حدیث، سیرت، فقہ، فلسفہ وعلم کلام اور عقائد اسلامی کے

رموز و اسرار کی گرہ کشائی بڑے دل نشیں انداز میں کی گئی ہے۔ خاص طور پر اس سے فقہ کے سلسلے میں شاہ صاحب کے مسلکِ اعتدال سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ تفضیلِ شیخین کے موضوع پر بھی شاہ صاحب کی بحث بہت عمدہ ہے۔ ان کے علاوہ اس کتاب سے دیگر اور بہت سے موضوعات پر شاہ صاحب کے نقطہ نظر کی وضاحت ہوتی ہے۔

حواشی و مراجع

۱۔ تاریخ دعوت وعزیمت، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ جلد پنجم ص ۴۰۷۔

۲۔ ماہ نامہ پیام حق لاہور، اگست ۱۹۴۸ئ، جلد ۱۴، عدد ۲، ص ۱۸

۳۔ ماہ نامہ الفرقان، شاہ ولی اللہ نمبر، رمضان تا ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ، ص ۳۸۷

۴۔ حجۃ اللہ البالغہ، مترجم اردو، مطبوعہ دیوبند، ص ۱۳

۵۔ اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ، ادارہ تحقیقات اسلامی، پاکستان ۱۹۷۳ئ، ص ۵۷ تا ۸۵

۶۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ شخصیت وحکمت کا ایک تعارف، پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی، ادارۂ علوم اسلامیہ، علی گڑھ، ص ۱۵

۷۔ القول الجلی، اردو ترجمہ، نامی پریس لکھنؤ ۱۹۸۸ئ، ص ۶۳

۸۔ فیوض الحرمین، مطبع سعید، کراچی، سنہ اشاعت درج نہیں، ص ۲۰۔

۹۔ مقدمہ القول الجلی (اردو ترجمہ)، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۹۸۸ء ص ۲۷۔ ۷۳،

۱۰۔ حوالۂ سابق، ص ۷۳

۱۱۔ فیوض الحرمین، ص ۱۲۶، مشہد ۱۷

۱۲۔ حوالۂ سابق، ص ۱۲۷

۱۳۔ حوالۂ سابق، ص ۱۸۷۔ ۱۸۶، مشہد ۳۳۔

۱۴۔ عقد الجید، ص ۳۱

۱۵۔ فیوض الحرمین، مشہد ۳۶ (مزید تحقیق شریف ص ۱۹۶۔ ۱۹۷۔)

۱۶۔ حوالۂ سابق، ص ۲۷

☆☆☆

بحث ونظر

توحیدِ خالص کا تصور

(صحفِ سماوی میں)

________ جناب محمد افضل

الہامی مذاہب میں عقیدہ توحید کو اہم اور نمایاں مقام حاصل ہے۔ توحیدِ الوہیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات کا مرکزی نکتہ تھا۔ یہی وہ اساسی مسئلہ ہے جو حق اور باطل کے مابین وجہِ نزاع رہا ہے۔ یہی ایمان کی اصل اور اعمال صالحہ کی روح ہے۔ اسی کی بدولت انسان اللہ تعالیٰ کے حق اور اپنے فرائض سے روشناس ہوتا ہے۔ اسی لیے تورات، انجیل اور قرآن مجید میں توحیدِ الوہیت کی عام فہم انداز میں تشریح وتوضیح فرمائی گئی ہے، تاکہ ان کتب کے حاملین اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور عبادات میں تصوّر وحدانیت سے اچھی طرح واقف ہوجائیں اور کسی قسم کے شرک میں مبتلا نہ ہوں۔ لیکن بدقسمتی سے یہود ونصاریٰ میں مشرکانہ نظریات نے جنم لیا اور انہوں نے عقیدۂ ابنیت، عقیدۂ تثلیث اور دیگر شرکیہ عقائد کو اختیار کرلیا، جن کا تورات اور انجیل مقدس میں وجود نہیں ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں کا بھی ایک طبقہ اپنی جہالت کی وجہ سے توحیدِ الوہیت سے بے خبری اور غفلت کا مظاہرہ کررہا ہے اور شرک کی مختلف صورتوں میں مبتلا ہے، جب کہ توحید باری تعالیٰ کی دعوت تمام انبیاء ورسل کی تعلیمات میں رہی ہے۔ قرآن مجید میں یہود ونصاری کو مخاطب کرکے انھیں دعوت دی گئی ہے:

قُلْ يَآأَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلاَّ نَعْبُدَ إِلاَّ اللّٰهَ وَلاَ نُشْرِكَ بِهِ شَيْئاً وَلاَ يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضاً أَرْبَاباً مِّن دُونِ

اللّٰہِ فَإِن تَوَلَّوْاْ فَقُولُواْ اشْهَدُواْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

(آل عمران: ۶۴)

''کہہ دیجئے اے اہل کتاب ! آؤ ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے، یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنالے۔ اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو، ہم تو مسلم (صرف اللہ کی بندگی و اطاعت کرنے والے) ہیں''۔

توحید اور عبادتِ الٰہی

انبیاء و رسل کی بعثت، صحفِ سماوی کے نزول، شریعتوں کے تقرر اور جن و انس کی تخلیق کا واحد مقصد یہی تھا کہ اللہ عزّ وجل کو اس کی ذات اور عبادت میں یکتا تسلیم کیا جائے۔ الہامی کتب میں جگہ جگہ اس کی صراحت کی گئی ہے۔

تورات میں توحید فی الذات اور توحید فی العبادۃ کی بالتفصیل وضاحت کی گئی ہے اور ان تمام اعمال و افعال سے منع کیا گیا ہے جن سے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی عبادت میں حصہ داری یا ساجھا پن کا تصوّر جنم لے سکتا ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوت ان الفاظ میں نقل کی گئی ہے:

إِنَّمَا إِلَٰهُكُمُ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا

(طٰہٰ:۹۸)

''لوگو، تمہارا خدا تو بس ایک ہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے، ہر چیز پر اس کا علم حاوی ہے''۔

یہودیت میں توحیدِ الٰہی کو بہت مقدم رکھا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں وحدانیت کو بہت واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

''خداوند ہی خدا ہے اور اس کے سوا کوئی ہے ہی نہیں''۔

(استثنائ: ۴:۳۵)

تورات ہی میں دوسری جگہ ان اشیاء کی نفی کی گئی ہے جن کی اس کی ذات اور صفات کے ساتھ تشبیہ دی جاتی تھی:

''میرے مقابلے میں تمہیں کسی دوسرے خدا پر ایمان نہیں لانا چاہیے۔ اور تمہیں کسی چیز کی بھی تشبیہ گھڑنی نہیں چاہیے یا کسی بھی ایسی چیز کی شکل جو آسمانوں میں ہو، یا زمین کے نیچے پانی میں ہو، اور نہ ہی تمہیں ان کے آگے سجدہ کرنا چاہیے اور نہ ہی ان کی پوجا کرنی چاہیے، کیوں کہ میں تمہارا خدا ابدلآباد خدا ہوں اور غیرت مند خدا ہوں''

(استثنائ:۵:۷)

قرآن مجید میں بھی اس بات کی صراحت موجود ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی تعلیم دی تھی اور شرک کی سختی سے ممانعت فرمائی تھی:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۚ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭوَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۔ (المائدۃ: ۷۲)

''یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح ابنِ مریم ہی ہے ، حالاں کہ مسیح نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل !اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرایا اس پر اللہ نے جنّت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا جہنّم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں''۔

نیز اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ۔

(مریم:۳۶)

''(اور عیسیٰ [علیہ السلام] نے کہا تھا کہ) اللہ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، پس تم اس کی بندگی کرو، یہی سیدھی راہ ہے''۔

انجیل اس بات پر شاہد ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات دیگر انبیاء

سے مختلف نہ تھیں۔ اس میں ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا:

"اے اسرائیل! سن، خداوند ہمارا خدا ایک ہی خدا ہے"۔
(مرقس، ۱۲:۲۹)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے توحیدِ الوہیت کا جو تصور پیش کیا تھا وہ اسلام کی تعلیمات سے کچھ مختلف نہ تھا۔ انجیل متی میں ہے:

"تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اس کی عبادت کر"۔
(متی، ۴:۱۰)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنے پیروکاروں میں عقیدۂ توحید کی کس قدر پختگی چاہتے تھے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کو 'نیک استاد' کہا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا:

"تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے؟ کوئی نیک نہیں، مگر ایک یعنی خدا"۔
(مرقس، ۱۰:۱۸)

نجاتِ اخروی کی پہلی شرط توحید ہے۔ اگر عقیدۂ توحید نہیں ہے تو نیک اعمال بے کار ہیں اور ان کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ انجیل یوحنا میں اس کی صراحت ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ واحد اور سچے خدا کو جانیں اور یسوع مسیح کو بھی جانیں، جیسے تو نے بھیجا ہے"۔ (یوحنا، ۱۷:۳)

تورات اور انجیل میں لفظ 'بیٹا' اور 'باپ' کی وضاحت

تورات اور انجیل میں بعض انبیاء کرام علیہم السلام یا دیگر افراد کو 'اللہ تعالیٰ کے بیٹے' قرار دیا گیا ہے اور اللہ عزوجل کو 'باپ' کہا گیا ہے۔ مثلاً اسرائیل کو 'خدا کا بیٹا' کہا گیا ہے:

"تب فرعون سے کہنا کہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ اسرائیل میرا پہلوٹھا بیٹا ہے اور میں نے تجھے کہا کہ میرے بیٹے کو جانے دے، تا کہ وہ میری

عبادت کر سکے، لیکن تو نے انکار کیا اور جانے نہ دیا۔ لہٰذا میں تیرے پہلوٹھے بیٹے کو مار ڈالوں گا''۔ (خروج: ۴: ۲۲۔ ۲۳)

دوسری جگہ بنی اسرائیل کو 'خدا کے فرزند' قرار دیا گیا ہے:

''تم خداوند اپنے خدا کے فرزند ہو، اس لیے مردوں کی خاطر اپنے آپ کو زخمی نہ کرنا اور نہ اپنے ابرو کے بال منڈواؤ۔ کیونکہ تم خداوند اپنے خدا کی مقدس قوم ہو اور خداوند نے تمھیں روئے زمین کی سب قوموں میں سے اپنی عزیز ترین قوم ہونے کے لیے چن لیا ہے''۔

(استثنائ: ۱۴: ۱۔ ۲)

اسی طرح انجیل میں سیدنا آدم علیہ السلام کو 'خدا کا بیٹا' کہا گیا ہے:

''وہ انوس کا، وہ سیت کا اور وہ آدم کا اور وہ خدا کا بیٹا تھا''۔

(لوقا: ۳: ۳۸)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی کئی جگہوں پر 'خدا کا بیٹا' کہا گیا ہے:

''باپ بیٹے سے محبت رکھتا ہے اور اس نے سب کچھ بیٹے کے حوالے کر دیا ہے اور جو بیٹے پر ایمان لاتا ہے، ہمیشہ کی زندگی پاتا ہے۔ لیکن جو بیٹے کو ردّ کرتا ہے، وہ زندگی سے محروم ہو کر خدا کے غضب میں مبتلا رہتا ہے''۔ (یوحنا: ۳: ۲۵۔ ۳۶)

جن لوگوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع اور پیروی کی ان کو بھی انجیل میں 'خدا کے فرزند' قرار دیا گیا ہے:

''لیکن جتنوں نے اسے قبول کیا، خدا نے انھیں یہ حق بخشا کہ وہ خدا کے فرزند بنیں، یعنی انھیں جو اس کے نام پر ایمان لائے۔ (یوحنا: ۱: ۱۲)

صلح کرانے والے بھی 'خدا کے بیٹے' ہیں:

''مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں، کیوں کہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے''۔ (متی: ۵: ۹)

اسی طرح انجیل میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ کو 'باپ' کہا گیا ہے:

''لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھواور جو تمھیں ستاتے ہیں ان کے لیے دعا کرو، تاکہ تم اپنے آسمانی باپ کے بیٹے بن سکو، جو اپنے سورج کو اچھے لوگوں پر چمکاتا ہے اور برے لوگوں پر بھی اور راست بازوں پر بھی مینہ برساتا ہے اور ناراستوں پر بھی۔''

(متی: ۵:۵۴)

تورات اور انجیل میں اگر لفظ 'بیٹا' اور 'باپ' کی صحت کو تسلیم کرلیا جائے تو اس سے مراد یہ ہر گز نہیں ہے کہ جنہیں 'اللہ کا بیٹا' کہا گیا ہے وہ نعوذ باللہ، اللہ کے بیٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا باپ ہے، بلکہ یہ الفاظ گہرے تعلق اور شدید محبت کے اظہار کے لیے استعمال کیے گئے ہیں، کیوں کہ قدیم صحفِ سماوی میں کسی کے ساتھ گہرے تعلق اور محبت کو ظاہر کرنے کے لیے 'باپ' اور 'بیٹے' کی اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں، اس سے ہر گز حقیقی یا متبنّیٰ بیٹا مراد نہیں لیا جاتا۔ اس اسلوب کی وضاحت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ایک قول سے ہوتی ہے۔ انھوں نے یہود کو مخاطب کرکے فرمایا تھا:

''تم اپنے باپ ابلیس سے کام کرتے ہو۔'' انہوں نے جواب میں اس سے کہا: ہم حرام سے پیدا نہیں ہوئے۔ ہمارا ایک باپ ہے، یعنی خدا۔ یسوع نے ان سے کہا: ''اگر خدا تمہارا باپ ہوتا تو تم مجھ سے محبت رکھتے۔ اس لیے کہ میں خدا سے نکلا ہوں اور آیا ہوں، کیوں کہ میں آپ سے نہیں آیا، بلکہ اسی نے مجھے بھیجا۔ تم میری باتیں کیوں نہیں سمجھتے؟ اس لیے کہ میرا کلام سن نہیں سکتے۔ تم اپنے باپ ابلیس سے ہو اور اپنے باپ کی خواہشوں کو پورا کرنا چاہتے ہو۔ وہ شروع سے ہی خونی ہے اور سچائی پر قائم نہیں رہا، کیوں کہ اس میں سچائی تو ہے ہی نہیں۔ جب وہ جھوٹ بولتا ہے تو اپنی ہی سی کہتا ہے، کیوں کہ وہ جھوٹا ہے، بلکہ جھوٹ کا باپ ہے۔'' (یوحنا،۸:۴۱۔۴۲)

اللہ تعالیٰ کی ذات واحد اور یکتا ہے۔ اس کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ اس کی

طرف اولاد کو منسوب کرنا اس کی ذات میں شرک ہے۔ یہود و نصاریٰ نے جو عقیدۂ ابنیت اختیار کیا ہے اس کی کوئی دلیل تورات اور انجیل میں نہیں ملتی۔ قرآن مجید نے یہود و نصاریٰ کے عقیدۂ ابنیت کی صراحت کے ساتھ نفی کی ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتْ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِؤُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ۔ (التوبۃ:۳۰)

''یہودی کہتے ہیں کہ عُزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ بے حقیقت باتیں ہوتی ہیں جو وہ اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں، ان لوگوں کی دیکھا دیکھی جو ان سے پہلے کفر میں مبتلا ہوئے تھے۔ خدا کی مار ان پر، یہ کہاں سے دھوکہ کھا رہے ہیں''۔

یہود و نصاریٰ نہ صرف انبیاء علیہم السلام کو اللہ کا بیٹا گردانتے لگے، بلکہ ان کا شرک اس حد تک بڑھ گیا کہ وہ اپنے مذہب کے علماء اور درویشوں کو بھی اللہ کا درجہ دینے لگے۔ قرآن مجید نے ان کے اس طرزِ عمل کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

اِتَّخَذُوٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوٓا اِلٰـهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَه عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ (التوبۃ:۳۱)

''انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا ربّ بنالیا ہے اور اسی طرح مسیح ابنِ مریم کو بھی، حالاں کہ ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا، وہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں''۔

یہود و نصاریٰ میں شرک اس قدر سرایت کر گیا کہ وہ نہ صرف اپنے انبیاء کو اللہ کے بیٹے کہتے تھے، بلکہ وہ خود کو بھی اللہ کے بیٹے گردانںے لگے:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرى نَحْنُ أَبْنَاء اللّٰهِ وَأَحِبَّاؤُهُ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُم بِذُنُوبِكُم بَلْ أَنتُم بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۔(المائدۃ: ۱۸)

''یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔ ان سے پوچھو: پھر وہ تمہارے گناہوں پر تمہیں سزا کیوں دیتا ہے؟ درحقیقت تم بھی ویسے ہی انسان ہو جیسے اور انسان اللہ نے پیدا کیے ہیں۔ وہ جسے چاہتا ہے معاف کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے۔ زمین اور آسمان اور ان کی ساری موجودات اس کی مِلک ہیں اور اسی کی طرف سب کو جانا ہے''۔

قرآن مجید میں صراحت سے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں یکتا ہے اس کا نہ کوئی بیٹا ہے، نہ کوئی باپ اور نہ کوئی اس کا ہم سر ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ۔ اللّٰهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ۔ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُواً أَحَدٌ۔ (الاخلاص)

''آپ ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ وہ یعنی اللہ (اپنے کمالِ ذات اور صفات میں) ایک ہے۔ اللہ (ایسا) بے نیاز ہے (کہ وہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کے سب محتاج ہیں) اس کے اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے''۔

دوسری جگہ مزید وضاحت کی گئی ہے:

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِن وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ إِذاً لَّذَهَبَ كُلُّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُونَ۔ (المؤمنون: ۹۱)

''اللہ نے کسی کو اپنی اولاد نہیں بنایا ہے اور کوئی دوسرا خدا اس کے ساتھ نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی خلق کو لے کر الگ ہو جاتا اور پھر وہ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے۔ پاک ہے اللہ ان باتوں سے جو یہ لوگ بناتے ہیں''۔

توحیدِ الوہیت پر ہی تمام اعمال کی بنیاد ہے۔ اگر یہ درست نہ ہوگی تو تمام اعمال بے ثمر اور بے فائدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (المائدۃ: ۷۳)

''یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا ایک ہے، حالاں کہ ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ اپنی ان باتوں سے باز نہ آئے تو ان میں سے جس جس نے کفر کیا ہے اس کو درد ناک سزا دی جائے گی''۔

سورۃ الانبیاء میں اللہ تعالیٰ نے توحیدِ الوہیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

لَوْ كَانَ فِيْهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ۔ (الانبیائ:۲۲)

''اگر آسمان و زمین میں ایک اللہ کے سوا دوسرے خدا بھی ہوتے تو (زمین اور آسمان) دونوں کا نظام بگڑ جاتا۔ پس پاک ہے اللہ رب العرش ان باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں''۔

قرآن مجید میں انبیاء کی بعثت کا یہ مقصد بیان کیا گیا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ۔ (الانبیائ:۲۵)

''ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہے اس کو یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے، پس تم لوگ میری ہی بندگی کرو''۔

اللہ کے اسماء وصفات میں تصورِ وحدانیت

یہودیت، عیسائیت اور اسلام، تینوں مذاہب میں اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے ساتھ کسی دوسری چیز کو تشبیہ دینا شرک قرار دیا گیا ہے اور شرک کو ایک بہت بڑا ناقابل معافی جرم بتایا گیا ہے۔ شرک کا ارتکاب کرنے والا اگر اس جرم سے باز نہیں آتا تو وہ اپنے اوپر سزا کو لازم کر لیتا ہے۔

تورات میں توحید فی الاسماء والصفات کا بھرپور تذکرہ ملتا ہے:

"کیوں کہ خداوند تمہارا خدا، خداؤں کا خدا ہے اور خداوندوں کا خداوند ہے۔ وہ عظیم، قادر اور مہیب خدا ہے، جو کسی کی طرف داری نہیں کرتا اور نہ ہی رشوت لیتا ہے"۔ (استثنائ، ۱۰: ۱۷)

صفات الٰہی کا مزید تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

"اور خدا ابدالآباد خدا موسیٰ کے سامنے آیا اور فرمایا: خدا ابدالآباد خدا ہے، جو رحمن اور رحیم ہے، جو غضب کم اور معاف زیادہ کرنے والا ہے۔ ہزاروں کی بخشش اور معاف کرنے والا۔ بے انصافی بے راہ روی اور لوگوں کے گناہوں کو برداشت کرنے والا اور بے قصور کو قصور وار نہ ٹھہرانے والا"۔ (خروج، ۳۴: ۷۔۶)

اللہ تعالیٰ کی صفات بے مثل ہیں، ان کو کسی بھی چیز کے مثل یا مشابہ سمجھنا یا خیال کرنا شرک ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کوہِ سینا پر اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوا۔ اس موقع پر جو اس نے جو تعلیمات دیں ان کا تذکرہ تورات میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

"اور خدا نے یہ باتیں کوہِ سینا پر (موسیٰ کو) کہیں: میں وہ ابدی خدا ہوں جو تمہیں ملکِ مصر میں غلامی سے چھٹکارا دلوا کر نکال لایا ہے۔ میرے مقابلے میں کسی اور کو خدا نہ بنانا۔ اپنے لیے کسی بھی ایسی چیز کی پوجا کے لیے شکل گھڑ کر نہ بنانا، چاہے وہ اوپر آسمانوں میں ہو یا زمین پر ہو یا زمین کے نیچے ہو یا پانی میں ہو۔ تمہیں ان کو سجدہ نہیں کرنا اور نہ ہی ان کی عبادت کرنا ہے"۔ (خروج، ۲۰: ۱۔ ۵)

کتاب استثناء میں صفاتِ باری تعالیٰ کو کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دینے کی بڑی سختی سے ممانعت کی گئی ہے:

"اور یہ بات اپنے دل و دماغ میں اچھی طرح سے رکھو کہ جب خدا ابدالآباد خدا نے حورب کے مقام پر تم سب سے آگ کے اندر سے بات کی تھی تو تم نے کوئی تشبیہ یا شکل وصورت نہیں دیکھی تھی۔ ایسا نہ کرنا کہ غلط راستہ اختیار کرلو اور بت گھڑلو اور کسی نر یا مؤنث کی تشبیہ بنالو۔

کسی جانور کی شکل، جو زمین پر ہو یا کسی پرندے کی شکل، جو آسمان پر اڑتا ہو، یا کسی ایسی چیز کی تشبیہ، جو زمین پر رینگتی ہو، یا مچھلی کی تشبیہ، جو زمین کے نیچے پانی میں ہوتی ہے۔ اور ایسا نہ ہو کہ تم آسمان کی طرف نظر کرو اور سورج اور چاند اور ستارے اور بھی جو چیزیں آسمان میں ہیں دیکھو تو تمہارے دل ان کی طرف مائل ہو جائیں اور ان کی پوجا شروع کرو، جو کہ دراصل اللہ نے آسمان کی ان ساری چیزوں کو تمہاری خدمت میں لگا رکھا ہے''۔ (استثنائ:۴۰:۱۵۔۱۹)

یہودیت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کسی قسم کی تشبیہ دینے یا کسی اور کو اس کی ذات وصفات میں شامل کرنے سے اس قدر سختی سے منع کیا گیا ہے کہ وہ اشیاء یا افعال جن سے شرک کا شائبہ پیدا ہوسکتا تھا، ان سے بھی دور رہنے کی تعلیم دی ہے:

''تم اپنے لیے بت نہ بنانا اور نہ کوئی تراشی ہوئی صورت یا کوئی لاٹ اپنے لیے کھڑی کرنا اور نہ اپنے ملک میں کوئی شبیہ دار پتھر رکھنا کہ اسے سجدہ کرو، اس لیے کہ میں خداوند تمہارا خدا ہوں''۔ (احبار:۲۶:۱)

انجیل میں زور دے کر یہ بات کہی گئی ہے کہ عزت اور ذلت دینے والی ذات اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ وہ جسے چاہے عزت عطا کر دے اور جسے چاہے ذلت دے دے:

''تم ایک دوسرے سے عزت پانا چاہتے ہو اور جو عزت خداوند کی طرف سے ملتی ہے اسے حاصل کرنا نہیں چاہتے۔ تم کیسے ایمان لا سکتے ہو؟''

(یوحنا:۵:۴۴)

قرآن کریم میں بھی توحیدِ صفات پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صفاتِ کمال اور صفاتِ جمال سے متصف مانا جائے اور اس سے کسی بھی دوسری چیز کو تشبیہ نہ دی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ‌ ۚ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ (الشوریٰ:۱۱)

''کائنات کی کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں۔ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے''۔

دوسری جگہ ارشادِ باری ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَائِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (الاعراف:۱۸۰)

''اللہ اچھے ناموں کا مستحق ہے، اس کو اچھے ہی ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے نام رکھنے میں راستی سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں اس کا بدلہ وہ پا کر رہیں گے۔

شرک کی ممانعت

اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور عبادات میں شرک کرنا اس کے ہاں سب سے بڑا جرم ہے۔ شرک اعمال کو فاسد اور تباہ و برباد کر دیتا ہے اور اس کا مرتکب دوزخ کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

تورات میں ہے کہ جو شخص اللہ کی ذات، صفات اور عبادت میں شرک کا ارتکاب کرتا ہے، اس کی سزا بارگاہِ الٰہی میں بہت سخت ہے:

''میرے حضور تو غیر معبودوں کو نہ ماننا۔ تو کسی بھی شے کی صورت پر، خواہ وہ اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا نیچے پانیوں میں ہو، کوئی بت نہ بنانا۔ تو ان کے آگے سجدہ نہ کرنا اور نہ ہی تو ان کی عبادت کرنا۔ کیوں کہ میں خداوند تیرا غیور خدا ہوں۔ اور جو مجھ سے عداوت رکھتے ہیں میں ان کی اولاد کو تیسری اور چوتھی پشت تک ان کے باپ دادا کی بدکاری کی سزا دیتا ہوں، لیکن ہزاروں لوگ، جو مجھ سے محبت رکھتے ہیں اور میرے حکموں کو مانتے ہیں، میں ان سے پشت در پشت محبت رکھتا ہوں''۔ (خروج: ۲۰: ۳۔۶)

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے نام کی قربانی جائز نہیں ہے:

''اور جو بھی اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی دوسرے خدا کے نام قربانی کرے، اسے موت کے گھاٹ اتار دو''۔ (خروج، ۲۲: ۱۹)

شرک کو انجیل میں بھی سب سے بڑا جرم قرار دیا گیا ہے اور اسے ناقابل معافی کہا گیا ہے: